۱۱۱

نکاح کے نتائج کا علم خدا تعالیٰ ہی کو ہوتا ہے

(فرمودہ ۷۔ جنوری ۱۹۳۸ء)

۷۔ جنوری ۱۹۳۸ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی بھتیجی ناصرہ بیگم کے نکاح کا اعلان محمد رفیق صاحب ولد شیخ محمد ابراہیم صاحب کانپوری سے فرمایا۔

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

انسانی زندگی اور انسانی طاقتیں ایسی محدود چیزیں ہیں کہ اپنی ذات میں وہ کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

آدمی بلبلا ہے پانی کا

درحقیقت سمندر کے مقابلہ میں جو بلبلا کی حیثیت ہوتی ہے انسان کی خدا تعالیٰ کی ازلی ابدی ہستی کے مقابلہ میں اتنی بھی وقعت نہیں۔ انسان کی زندگی زیادہ سے زیادہ سو سال ہوتی ہے پھر اس میں بعض اوقات خوشی کی گھڑیاں اسے میسر آتی ہیں اور بعض اوقات رنج کی اور خوشی کی گھڑیوں کے مقابلہ میں رنج کی چھوٹی گھڑیاں اسے لمبی نظر آتی ہیں اور خوشی کی گھڑیاں مختصر۔ انسان میں قدرتی طور پر یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس پر ہمیشہ خوشیوں کی گھڑیاں آئیں رنج کی گھڑیاں نہ آئیں۔ پھر زندگی کا بہت سا حصہ انسان ادھر ادھر کی باتوں میں صرف کردیتا ہے بعض آدمی ایک جگہ پر بیٹھ کر باتیں شروع کردیتے ہیں تو ایسے منہمک ہو جاتے ہیں کہ سارا دن اسی میں ضائع کردیتے ہیں اور جب انہیں آگاہ کیا جائے تو کہتے ہیں اوہو اس قدر جلدی دن گزر گیا دل تو ابھی اور باتیں سننے سنانے کو چاہتا ہے۔ برسات کے دنوں میں لوگ گھروں میں پکوان

پکاتے ہیں تو اس قدر اس میں منہمک ہو جاتے ہیں کہ وقت کے گزرنے کی انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔ دوسرا آدمی جب انہیں اطلاع دے کہ دوپہر ہو گئی ہے تو کہتے ہیں ہم نے تو ابھی کام شروع ہی کیا تھا کہ اس قدر دن گزر گیا بعض لوگوں کو کہانیاں سنانے اور بعض کو سننے کی عادت ہوتی ہے۔ جب کہانی شروع ہو جاتی ہے تو ان کو معلوم نہیں ہو تا کہ کتنی رات گزر چکی ہے۔ گھر کے دوسرے لوگ ان سے کہتے ہیں کہ آدھی رات ہو گئی سوتے کیوں نہیں مگر ان کو سونے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور انہیں محسوس نہیں ہو تا کہ کتنا وقت گزر گیا۔ غرض خوشی کی لمبی گھڑیاں بھی انسان کو مختصر نظر آتی ہیں اور رنج کی چھوٹی گھڑیاں بھی لمبی بن جاتی ہیں۔

میرا اپنا واقعہ ہے میری آنکھوں میں ککرے ہیں۔ ایک دفعہ میر محمد اسماعیل صاحب نے جو میرے ماموں ہیں ایک آنکھ کے ککروں کو چھیل کر کاپر لگایا اور دوسری کے متعلق کہا کہ اگر ایک آنکھ کا آپریشن برداشت کر لیا گیا تو دوسری کا بھی کر دیا جائے گا۔ آپریشن ہونے کے بعد ورم اور درد کے باعث مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ حضرت خلیفہ اول کی شروع خلافت کا ابتدائی زمانہ تھا۔ آپ میرا حال پوچھنے کے لئے تشریف لائے تو عشاء کی اذان ہوئی اپریشن عصر کے بعد ہوا تھا جب اذان ہوئی تو میں نے حضرت خلیفہ اول سے کہا کہ صبح ہو گئی؟ آپ نے فرمایا نہیں عشاء کی اذان ہے تو درد کے باعث گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا ساری رات جاگا ہوں۔ غرض تکلیف اور درد کی گھڑی تھوڑی سی بھی بہت لمبی نظر آتی ہے۔

انسان کی قدرتی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اسے آرام میسر آئے اور اس صورت میں وہ اپنی عمر کو چھوٹا سمجھے گا۔ گویا اگر اس کی زندگی سو سال کی ہو تو آرام کی صورت میں اسے ایسا معلوم ہو گا کہ اس نے دس سال زندگی بسر کی اور اگر دس سال انسان پر رنج اور مصیبت کے آئیں تو اسے دس سال ہزار سال کے برابر معلوم ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ان لوگوں کے متعلق جن کو آرام کی زندگی میسر تھی یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔ فرمایا گیا۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم دنیا میں کس قدر زندگی گزار چکے ہو تو کہتے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ عیسائیوں پر جب راحت اور عروج کا زمانہ تھا ان کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے کہ کَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ [۱] کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ تم کتنا عرصہ رہے تو انہوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے۔ تو راحت کا زمانہ خواہ کس قدر بھی لمبا ہو قلیل نظر آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے دنوں کے متعلق فرماتا ہے۔ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ [۲] کہ

اللہ تعالیٰ کا دن ہزار برس کا ہوتا ہے اور ہزار برس کو انسانی زندگی کے مقابلہ میں اگر وہ سو سال کی بھی ہو رکھا جائے تو وہ چند گھنٹے بنتی ہے اور اگر وہ بھی راحت کا زمانہ ہو تو پھر ایک منٹ سمجھی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے کیا ہی لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے جسے رسول کریم ﷺ نے اس موقع پر بیان کرنے کا مشورہ دیا فرمایا کہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ ۳؎ کہ ہر انسان شادی سے پہلے غد پر نظر رکھے۔ میں جیسا کہ بیان کر چکا ہوں اللہ تعالیٰ کا ایک دن انسانوں کے حساب سے ایک ہزار سال کا ہوتا ہے اس غد سے مراد اللہ تعالیٰ کا غد ہے نہ کہ انسانی غد۔ اس حساب سے غد انسانی زندگی کے لحاظ سے کم از کم پندرہ سو سال کا بنتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ شادی کے متعلق غور تو آج ہی کرو ڈیڑھ ہزار برس بعد پر بھی نظر رکھو۔ ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک مُلّا تھا جو کہتا تھا کہ ایک بالشت سے زیادہ ریشم پہننا جائز نہیں۔ ایک امیر آدمی جسے ریشم پہننے کا شوق تھا اور فوج کا افسر تھا وہ مُلّا کے لئے جہاں نوکر تھا وہاں سے ایک تہہ بند لایا جس کا کنارہ ریشم کا تھا۔ مُلّا بیچارے نے کبھی اس قسم کا تہبند استعمال نہیں کیا تھا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسے پہن لیا۔ لوگوں نے اس پر اعتراض کرنے شروع کئے کہ یہ مُلّا پہلے تو کہا کرتا تھا کہ ایک بالشت سے زیادہ ریشم پہننا جائز نہیں اب وہ خود ریشمی تہبند باندھتا ہے۔ کسی شخص نے اسے یہ بات بھی کہہ دی۔ اس پر وہ بہت لال پیلا ہوا اور کہنے لگا میں نے کب کہا تھا کہ ایک بالشت سے زیادہ ریشم پہننا جائز نہیں بالشت سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بالشت ہے تو اس طرح اس ملا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بالشت کہہ کر ڈیڑھ گز ریشمی کپڑے کا پہننا جائز قرار دے دیا۔ یہ بات تو لطیفہ ہے مگر ایک حقیقت بھی اس میں ہے۔ پس خدا تعالیٰ کا غد اور انسان کا غد الگ الگ ہیں خدا تعالیٰ کے غد سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی نظر لمبی اور دور زمانہ تک رکھے اور شادی کے نتائج کو اگلی نسلوں کے پیدا ہونے تک لے جائے۔ انسان کی اپنی زندگی تو زیادہ سے زیادہ سو سال کی ہوتی ہے اس کو کیا علم ہے کہ اس دن اور اس سے اگلے دن کیا ہونے والا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں جو کام کرو یوں کرو کہ مرنا ہی نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان کام کرنے سے مرتا ہی نہیں بلکہ یہ ہے کہ دنیا میں ایسا کام کرو کہ اس کا اثر کبھی ختم نہ ہونے والا ہو۔ یہاں بھی غد سے یہ مراد ہے کہ شادی ایسی کرو کہ اس کا اثر ختم نہ ہونے والا ہو۔

خدا کے دن کے متعلق جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ وہ ہزار برس کا ہے اسی طرح یہ بھی آیا ہے کہ وہ پچاس ہزار برس کا ہے۔ قرآن مجید پُر حکمت کتاب ہے۔ اس کی ایک ایک آیت میں کئی کئی حکمتیں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا دن پچاس ہزار برس کا ہو سکتا ہے تو پچاس کروڑ برس کا بھی ہو سکتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ پچاس ارب سال کا بھی ہو سکتا ہے تو خدائی غد غیر معین ہے اس قدر غیر معین کہ انسان اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ انسان اندازہ کرے بھی کیسے۔ وہ تو اس دن کے اندر ہی مر جاتا ہے۔

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جب انسان کی نظر خدا تعالیٰ کی طرف ہو تو یہ دھیان رکھے کہ میں ابھی مر رہا ہوں اور جب دنیا کے کام میں لگا ہوا ہو اور اپنے ماحول پر نظر رکھے تو یہ سمجھے کہ میں نے کبھی مرنا ہی نہیں۔ شادی کے آئندہ اثرات ظاہر ہونے کے متعلق انسان کو کچھ بھی علم نہیں ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ؎ کے ساتھ حل کر دیا کہ انسان کام کرتا جائے اثرات پیدا کرنا ہمارا کام ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آئندہ اس کے کیا اثرات ظاہر ہونے والے ہیں۔

بعض لوگ حبشن عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں اور کئی نسلیں گزر جاتی ہیں ان میں سے کسی پر اس حبشن کا اثر نہیں ہوتا آخر ساتویں یا آٹھویں نسل میں جا کر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ بعض بال حبشیوں کی طرح گھنگریالے اور رنگ سیاہ ہوتا ہے اس وقت کی نسل کو علم ہی نہیں ہوتا کہ ہمارے باپ دادا میں سے کسی نے حبشن عورت سے بھی شادی کی تھی۔ بعض دفعہ تصویر کے دیکھنے سے بھی بچہ پر اثر پڑ جاتا ہے۔

یورپ کے ایک آدمی کے ہاں ایک دفعہ حبشی بچہ پیدا ہوا اس کے بال اور شکل حبشیوں کی سی تھی اس پر اس نے اپنی بیوی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا کہ ایک ڈاکٹر نے اس کے گھر میں ایک حبشی کی تصویر دیکھی۔ وہ حبشی کئی سال سے مر چکا تھا اس پر شک بھی نہیں ہو سکتا تھا وہ اس شخص کے باپ دادا میں سے کسی کا غلام تھا ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ عورت چونکہ اس تصویر کو دیکھا کرتی تھی اس کا اثر بچہ پر ہو گیا ہے۔

تو شادی کے بعض اثرات ایسے بھی ظاہر ہوتے ہیں کہ لوگ انہیں دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ یہ چیز کہاں سے آگئی ہے۔ خوبی اور خرابی کا صرف اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہوتا ہے۔ آج کل خورد بینوں کے ذریعہ اس کی تحقیقات ہوئی ہیں کہ نسل انسانی میں بعض ذرات مخفی طور پر نسلاً

بعد نسل چلے آتے ہیں اور بعد کی کسی نسل میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ ایک انسان سخی ہوتا ہے مگر بعد میں اس کی نسل میں سخاوت کا ذرہ بند ہو جاتا ہے ساتویں آٹھویں پشت میں جاکر وہ ذرہ ترقی کرتا ہے اور پھر اسی نسل کا انسان سخی بن جاتا ہے۔ تو اخلاق اور ترقیات انسانی باریک در باریک ذرات ہوتے ہیں جو کئی کئی نسلوں کے بعد ظاہر ہوتے ہیں پہلے مخفی چلے آتے ہیں۔ یوں ذرات کئی نسلوں میں چلتے رہتے ہیں مگر نشوونما پوری طرح نہیں پاتے، زمین عمدہ ہو اور بیج اچھا نہ ہو یا اگر بیج اچھا ہو زمین اچھی نہ ہو تو ہر دو صورتوں میں نشوونما پوری طرح نہیں ہوتی۔ جب زمین اور بیج دونوں عمدہ ہوں تب نشوونما عمدہ ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ بے شک اثرات ظاہر ہوتے ہیں مگر انسان کو ان کا علم نہیں ہوتا۔ صرف اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس شادی کے اثرات کب اور کیسے ظاہر ہوں گے اس لئے خدا کے احکام کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

(الفضل ۱۵۔ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۵، ۴)

۱؎ الکھف : ۲۰
۲؎ الحج : ۴۸
۳؎ الحشر : ۱۹
۴؎ الحشر : ۱۹